مسیحیت کا بانی

باب اوّل

" یہ مسئلہ (یعنی سیدنا مسیح کی تصلیب اور اس کی موت) مسیحی مذہب میں کچھ اہمیت نہیں رکھتا اور یہ مذہب درحقیقت اسلام اور یہودیت کی مانند فقط ایک ایسا مذہب ہے جس کا مقصد محض عقیدہ وحدانیت اخلاق اور اصولِ اخلاق کی تعلیم وتلقین کرنا ہے۔

(مندرجہ بالا عبارت قاہرہ کے ایک رسالہ سے مقتبس ہے)

(۱)قبل ازیں کہ ہم آگے بڑھیں یہ کہنا ضرور ہے کہ کوئی مسیحی عبارت مافوق کی صداقت سے انکار نہیں کرتا کیونکہ مسیحی مذہب واقعی ایک ایسا مذہب ہے " جو عقیدہ وحدانیت ، اخلاق اور اصولِ اخلاق کی تعلیم وتلقین کرتاہے" فرق صرف اتنا ہے کہ یہ عبارت مسیحی مذہب کے جملہ عقائد کا ذکر نہیں کرتی یا یہ الفاظ دیگر اس عبارت میں سے وہ الفاظ مخذوف ہیں جو اہل نصاریٰ کے دیگر عقائد کا اظہار کرتے ہیں۔ مخالفین کا یہ دعویٰ کہ یہ عبارت مسیحیت کے تمام عقائد کو کافی اور کامل طورپر ظاہر کرتی ہے غلط ہے۔لاریب سیدنا عیسیٰ اوراس کا مذہب ایک خدایِ واحد کااعلان کرتے ہیں۔ لاریب وہ ایک نئی شریعت اور ایک نئے اصول اخلاق کو پیش کرتے ہیں۔ گویہ ہر دواسلام

اوریہودیت کی شریعت سے بالکل مختلف ہیں ۔ واقعی مسیحیت نے ایسے اعلیٰ شخصی اوراجتماعی اخلاق کی تعلیم دی ہے جو حالانکہ اس روئے زمین پر مستحکم وبرقرار ہے تو بھی فلک الافلاک کی بلندیوں تک پرواز کرتاہے ۔ لیکن یہ سیدنا مسیح کی تمام ترخدمت اور بشارت نہیں جو اس نے اپنے حین حیات میں بنی آدم کو دی۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ تعلیم نہایت عجیب وغریب ہے لیکن یہ بذاتِ خود وہ کار عظیم نہیں جس کے انجام دینے کے لئے سیدنا مسیح آئے بلکہ وہ اس کا بیشتر اوراہم تر حصہ بھی نہیں ۔اگرایسا ہوتا تو ممکن ہے کہ انبیائے عہدعتیق کے بعداور کوئی نبی نہ آتا یا اگر " عقیدہ وحدانیت ،اخلاق اور اصولِ اخلاق کی تعلیم کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے کسی کی آمد کی ضرورت بھی ہوتی تو وہ سیدنا مسیح نہ ہوتے۔ درحقیقت مسیح کی آمد کااصل مقصد یہ تھا کہ اس دنیا میں بنی نوع انسان کے لئے زندگی کا ایک ایسا خزانہ بہم پہنچائے جس کے ذریعہ سے ہر زمانہ بلکہ ابدیت کی سحر کے طلوع ہونے تک اخلاق اوراصولِ اخلاق نتیجتہً رونما ہوں۔ یہ کہنا غیر ضروری سا معلوم ہوتاہے کہ مسیح کی تعلیم سے بہتر گراں مایہ تر اور عجیب تر اور کوئی شے ہوسکتی ہے لیکن اس کا ذکر کرنا لازم ہے ۔ کیونکہ جو کام مسیح نے انجام دیا وہ واقعی تمام دیگر اُمور سے برتر۔ اعلیٰ تر اوراہم ترہے اس لئے کہ اس کے ذریعہ سے روحِ انسانی اس واحد خدا کے عین مرکز تک پہنچنے اوراخلاق اور اصول اخلاق کے جس کا بہتر نام پاکیزگی ہے ثمر پیدا کرنے کے قابل ہوجاتی ہے۔

(۲-)سیدنا عیسیٰ مسیح نےاپنی خدمت کی پہلی منزل کے دوران میں یعنی اپنی صلیبی موت اور اذیت کے اظہار سے پیشتر واقعی "عقیدہ وحدانیت ، اخلاق اور اصولِ اخلاق " کی تعلیم دی لیکن وہ عقیدہ وحدانت کیا تھا؟ ایک باپ (خدا)کا انکشاف جو خالق ومالک ہے ! اور وہ اصول اخلاق اور اخلاق کیا تھے؟ محبت کا روحانی " نیا قانون" اورپہاڑی وعظ کے نئے روحانی تصورات ! ذرا غور کیجئے اوردیکھئے کہ اس موقع پر بھی سیدنا مسیح ایک اخلاقی فلسفی یا معلم الہٰیات یامعاشری مصلح یاناصح بلکہ نبی یا رسول کی مانند کلام نہیں کرتے۔ بلکہ وہ ایسے شخص کی مانند کلام کرتے ہیں جس میں انجام کار" خدا کی بادشاہی" کا آغاز وقیام ہونے کو ہے۔ خدا کی بادشاہی سے مراد ہے روحانی حکومت جو سراسر برق وآتش کا سازور رکھتی ہے اور جس میں داخل ہونا نئی پیدائش کے بغیر ممکن نہیں۔ ایسی بادشاہی جو بوجہ اپنی ساخت وترکیب کے سیدنا عیسیٰ کے ساتھ منسوب ہے کیونکہ وہی اس کا سروسردار یایہودی عبارت کے مطابق مسیح یا مسح کیاہوا بادشاہ ہے۔

مذکورہ بالا بیان مسیحیت کی اس بے معنی ، کمزور اور ناکافی تعریف کی حدود سے تجاوز کرجاتاہے جس سے ہم نے اپنے مضمون کو شروع کیا تھا۔ بیان مافوق سیدنا عیسیٰ کو نبی ہی نہیں بلکہ سراسر ایک زبردست قدرت قرار دیتا ہے۔ یہ حقیقت سیدنا عیسیٰ مسیح کی ابتدائی تقاریر اور تعلیمات سے عجیب طور پر واضح ہوتی ہے۔ مثلاً ملاحظہ فرمائیے کہ پہاڑی وعظ میں وہ فوراً ایک نئے واضع شریعت یا مقنن اورایک نئی تحریک دہ قدرت (متی ۷: ۲۲ کے الفاظ"

تیرے نام سے") اور آخری منصف کی صورت میں نظر آتاہے۔ یہ حقیقت ان علامات سے بھی جو مسیح نے عالمِ قدرت پر اور نیز انواع واقسام کے امراض اور موت کی طاقتوں پر اپنا اختیار اور اقتدار ثابت کرنے کی غرض سے ظاہر کیں حیرت انگیز طریق پر آشکارا ہوتی ہے ۔ چاہیئے کہ ہمارے قارئین خدا کی بادشاہی کے اس پُرزور اورہلادینے والے تصور پر غور کریں جو فوق الفطرت ہونے کے باوجود اس فطری دنیا میں موجود ہے ۔ اور سیدنا عیسیٰ مسیح سے جو اس بادشاہی کا سروسردار ہے۔ فوق الفطری طورپر متعلق ہے اس وقت ان کومعلوم ہوجائیگا کہ وہ بیان مسیحی مذہب کی ماہیت اور سیدنا مسیح کے اصل مقصد کو پورے طورپر ظاہر کرنے میں کس قدر قاصر ہے اور کہ اس کی ابتداہی غلط ہوئی یعنی اصل نکتہ محذوف ہے۔ اورابھی تو اس مسئلہ کا فقط آغاز ہی ہوا ہے۔ ہنوز بہت کچھ بیان کرنا باقی ہے ۔ لہذا ہم اپنے ناظرین کو مخلصانہ صلاح دیتے ہیں کہ اسی نکتہ سے شروع کریں اور اس کو مد نظر رکھتے ہوئے انجیل جلیل کے ابتدائی ابواب کا مطالعہ کریں اور اس معلم اورہادی کے " شاگرد " بن جائیں جس کا انکشاف ان ابواب کے ذریعہ سے ہوتاہے ۔ ان اشخاص کی رائے پر اکتفا نہ کریں جن کے خیالات وتصورات بمتعلق عقیدہ وحدانیت، اخلاقِ واصولِ اخلاق " فقط ان ادنیٰ منازل تک محدود ہیں "جو عالم قدرت سے علاقہ رکھتی ہیں۔

خدا کی ابویت اوراس کی بادشاہی کو بیان کرنے کے لئے ایک پیرا گراف یا ایک مختصر سا باب کافی نہیں بلکہ اس کے لئے ایک ضیغم کتاب کی ضرورت ہے۔

(۳۔) ہم نے اس حقیقت پر بخوبی غور کرلیاہے کہ تصلیب وموت کا واقعہ تمام واقعات کے بعد وقوع میں آتاہے (ایسا ہونالازمی تھا) اور کہ کس طرح بتدریج اس اہم واقعہ تک رسائی ہوتی ہے ۔ہم نے یہ بھی روشن کردیا ہے کہ ان حقیقتوں سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مسیح کی صلیب اور موت کچھ اہمیت نہیں رکھتی۔ اس معاملہ کے اس طور سے پیش کرنے سے ہی اس بحث کی غیر معقولیت ظاہر ہوجاتی ہے۔ یہ گویا ایسی بات ہے کہ کسی عمدہ ڈرامہ کا آخری منظر ہو۔ جس کے دیکھتے ہی حاضرین ورطہ حیرت میں پڑجائیں ۔ مگر اس منظر کی اہمیت کا محض اس بنا پر انکار کردیاجائے کہ اس کی تائید پس پردہ ہوئی ہے ممکن نہیں کہ کوئی بشر کسی اعلیٰ تصنیف یا کسی عمدہ نقل کے متعلق ایسی فضول رائے پیش کرے۔ سیدنا عیسیٰ مسیح کی زندگی بھی فنون لطیفہ کی بہترین مثال ہے لیکن مزید براں وہ ایک بزرگترین حقیقت بھی ہے جو اس سے پیشتر دنیا کے معائنہ میں نہیں آئی۔ہمارا خیال ہے کہ وہ لوگ جو بیان مندرجہ بالا کی مانند اپنی سطحی آراء کا اظہار کرنے کےعادی ہیں اس بات کو سن کرذرا تامل کرینگے پس اس مقام پر ہم یہی کوشش کرینگے کہ اپنے ناظرین پر یہ ظاہر کریں کہ حالانکہ ان ابتدائی اعمال اور مناظرمیں یہ افسوسناک واقعہ گویا پسِ پردہ تھابلکہ اس کی تیاری

بھی مثل ایک معما تھی تو بھی متعدد کنایات واشارات موجود ہیں جو اس انتہائی منزل کی اہمیت پر دلالت کرتے ہیں۔ ہم کو یادرکھنا چاہیے کہ اسی حقیقت کا انکار کیا جاتا اور یہ کہا جاتا ہے کہ یہ انتہائی منزل محض ایک واقعہ کا اختتام ہے اور بذاتِ خود کچھ اہمیت نہیں رکھتی۔ اس وقت ہم یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ابتدائی منازل میں اس کی جانب پنہاں اشارے ایسے معانی رکھتے ہیں جو اس بات کے خلاف شہادت دیتے ہیں۔

ان ابتدائی منازل میں اشاروں اور کنایوں کی دووجوہ ہیں۔ اول۔ یہ کہ ہنوز وقت نہ آیا تھا کہ اس سے زیادہ اور کچھ ظاہر کیا جائے۔ واقعات کے اس سلسلہ کا جو اس آخری اہم واقعہ کی جانب راہنمائی کرتا تھا ہنوز صاف اور صریح نقشہ نہ کھینچا گیا تھا۔ نہ خدا اور نہ مسیح اور نہ ہی قدرت کا یہ خاصہ ہے کہ ارتقا کو جبراً ترقی دے۔ جیسے کہ راقم الحروف نے ایک مرتبہ اپنے زمانہ میں طفلیی میں چاہا کہ شگوفہ کو جبراً کھول کر گل خوشرنگ بنادے لیکن کامیاب نہ ہوا۔ ضرور تھا کہ اس المناک واقعہ کا خونیں گل سرخ خود بخود قدرتی طور پر واہوجائے جیسا کہ اس زمانہ اورمکان کی قید سے محدود کائنات میں تمام اشیا کو ترقی کرنا ہے۔ اس اثنا میں وہ شگوفہ گل کی صورت میں نمودار ہوگیا۔ لیکن چونکہ سیدنا مسیح انجام سے واقف تھا لہذا وہ

اپنے شاگردوں کو ایماؤں اوراشاروں کے ذریعہ سے مطلع کرتا رہا[1]۔ اور ہم پڑھتے ہیں کہ اس کے زندہ ہونے کے بعد اس کے شاگردوں کو "یاد آیا" کہ اس نے یہ کہا تھا اس سے انہوں نے اس واقعہ کی اہمیت کا اندازہ لگایا۔ جس کے متعلق ان کے استاد نے نہایت سنجیدگی کے ساتھ پرُمعنی طور پر کنایتہً ذکر کیا تھا۔

دوم یہ وجہ تھی کہ مسیح کے شاگرد اس دل شکن۔ حیرت انگیز۔ خبر کا صدمہ برداشت کرنے کو تیار نہ تھے۔یعنی عوام کے ہاتھوں مسیح کی خوفناک اور مجرمانہ موت، ایسی اندوہ ناک خبر کا اعلان کرنا روحانی طور پر ناممکن تھا تاوقتیکہ اس کے ساتھ ان کی واقفیت دیرینہ نہ ہوجاتی اوراس پر ان کا یقین مستحکم اور موثق نہ ہوجاتا۔ لہذا ہم دیکھتے ہیں کہ استاد نے کامل ایک سال بلکہ غالباً دوسال اس مختصری جماعت کے ساتھ صرف کئے تاکہ ان کو بادشاہی کا نیا پیغام دے اوراس کے اخلاق اور اصول اخلاق کو ان کے ذہن نشین کردے اورعقیدہ وحدانیت اور خدا کی ابویت کا نیا سبق ان کو بخوبی سکھادے۔ علاوہ ازیں ان کو یہ بھی تعلیم دے کہ وہ اس پر تکیہ کریں۔ اس کے اقتدار کو بخوبی جان لیں (متی ۷: ۲۰) اوراس طرح اس پر کامل توکل اوراعتماد رکھیں یا بہ عبارت دیگر اس پر ایمان لے آئیں۔ اس عرصہ کے اختتام پر وہ ان کا امتحان لیتاہے تاکہ معلوم

---

[1] مثلاً یوحنا ۲: ۱۹ میں مرقوم ہے" اس مقدس کو ڈھادو تو میں اسے تین دن کھڑا کردونگا"۔ پھر یوحنا ۳: ۱۴ کو دیکھئے جس طرح موسیٰ نے سانپ کو بیابان میں اونچے پر چڑھایا۔ اسی طرح ضرور ہے کہ ابن آدم بھی اونچے پر چڑھایا جائے"۔ لوقا ۵: ۳۵ میں لکھا ہے" وہ دن آئینگے جب دلہا ان سے جدا کیا جائیگا۔

کرلے کہ آیا وہ اس اہم سبق کی ابتدائی باتوں سے بھی واقف ہوئے یا نہیں۔ اس نے ان سے کہا تم کیا سمجھتے ہو کہ میں کون ہوں؟ زمانہ نہایت نازک اور تاریک تھا جوہر دلعزیزی مسیح کو اپنی خدمت کے آغاز میں حاصل تھی وہ اب رفتہ رفتہ معدوم ہوتی جارہی تھی۔ قوم کے معلموں سے بزرگوں نے اس کی مخالفت کرنے کا قطعی فیصلہ کرلیا تھا۔ علماء یہ فتویٰ دے چکے تھے کہ وہ کچھ حقیقت نہیں رکھتا اوراس کے قتل کے درپے تھے۔ عوام الناس کی ہمت کو خود سیدنا مسیح نے پست کردیا تھا بلکہ اس کے شاگردوں میں سے بعض نے اس سے تعلق قطع کردیا تھا(یوحنا ۶ : ۶۶)لہذا مذکورہ بالا تمام باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے پطرس کا جواب جو اس نے ذیل کے الفاظ میں یعنی " تو مسیح" ہے دیا۔ خود اس کے اوراس کے رفیقوں کے کامل ایمان اور شخصی اعتماد اوریقین کا زبردست ثبوت تھا۔ الفاظ " تو مسیح ہے" سے اس کی مراد یہ تھی کہ تو خدا کا مسح کیا ہوا بادشاہ ہے یا زمین وآسمان پر خدا کی بادشاہی کا سرور سردار تو ہے(متی ۱۶ : ۱۶) پطرس کا یہ جواب ایسا اعلیٰ تھا کہ مسیح نے فرمایا کہ" یہ بات میرے باپ نے جو آسمان پر ہے تجھ پر ظاہر کی ہے"۔ اب ذرا غور فرمائیے اوردیکھئے کہ کیا ہوتا ہے۔ فکرو تردد کا زمانہ گذرچکا ہے۔ جماعت امتحان میں کامیاب ہوچکی ہے اور تمام دنیا کے خلاف ان کا ایمان ان کے استاد پر قائم اور برقرار رہا ہے لہذا اب وہ اس قابل ہیں کہ اس اہم ترین راز سے مطلع کئے جائیں یعنی المناک اور عمیق اسراء سے واقف ہوجائیں جو قبل ازیں ان کو پریشان اور سراسیمہ کردیتے تھے یا ان کوسکتہ کے عالم میں ڈال دیتے تھے۔

اسی لئے کلام اللہ میں مرقوم ہے کہ پطرس کے اس پرُجوش اقراء اور مسیح کے دلکش جواب کے بعد سے " سیدنا عیسیٰ اپنے شاگردوں پر ظاہر کرنے لگا کہ اسے ضرور ہے کہ یروشلیم کو جائے اور بزرگوں اور سردار کاہنوں اور فقیہوں کی طرف سے بہت دکھ اٹھائے اور قتل کیا جائے اور تیسرے دن جی اٹھے"۔

ہمارے خیال میں مندرجہ بالا الفاظ کا بغور مطالعہ کرنے اورعبارت کے سیاق وسباق سے دو باتیں بخوبی ظاہر ہوتی ہیں۔ اول یہ واضح ہوتاہے کہ سیدنا مسیح نے اپنی موت اوراپنے زندہ ہونے کی کامل تعلیم کو کیوں کچھ عرصہ کے لئے ملتوی کیا۔ حالانکہ بہت مدت پیشتر کئی مرتبہ ان کے متعلق اشارے دے گئے تھے بلکہ کنایتہً ان کی پیشینگوئی بھی کی تھی۔ دوم۔ یہ کہ یہ تعلیم سیدنا مسیح کے پیغام کا مرکز اوراصل جوہر تھی ۔ وہ ایک راز تھا جو اس قدر حیرت انگیز، ایسا دردناک اورانسانی عقل وادراک کے دائرہ سے ایسا بالا تھا کہ وہ فقط ایسے اشخاص پر ظاہر کیا جاسکتا تھا جن کے گوش ہوش اس عجیب وغریب راز کی سماعت کے لئے پیشتر سے تیار کئے گئے تھے۔ وہ ایک ایسا گوہر بیش بہا تھا کہ اس کا مالک اس کو ایسے اشخاص کو عاریتاً بھی نہ دے سکتا تھا جو اس کی قدروقیمت سے ناواقف اوربے پرواہ تھے تو پھر غضب نہیں تواور کیا ہے کہ اس اعلیٰ انکشاف کے متعلق کہا جائے کہ " یہ کچھ اہمیت نہیں رکھتا"۔ ہماری دلی آرزو یہ ہے کہ اس ملک کے وہ لوگ جو یہی رائے رکھتے ہیں بلکہ اس حقیقت سے منکر ہیں انجیل جلیل کی ان حقیقتوں کے روشن کئے جانے سے یہ جان لیں کہ اس خداوند کا تصور کس

قدر وسیع تھا جوایسی دردناک موت مرا اور جو اس موت کے وقوع میں آنے سے پیشتر اس کے اعلیٰ معانی سے بخوبی آگاہ تھا اوراس کی تعلیم پہلے سے دیتا رہا۔

باب دوم

آئیے ہم ان مذکورہ بالا حقیقتوں کے خلاصہ پر غور کریں:

(۱-) سیدنا عیسیٰ نے اپنی خدمت کی ابتدا" خدا کی بادشاہی" کے متعلق تعلیم دینے سے کی۔

(۲-) اس نے اپنی خدمت کے آغاز کے کافی عرصہ بعد تک اس امر کو واضح طورپر بیان نہ کیا کہ اس کی موت دنیا کو نجات دلانے کی تجویز کا ایک حصہ ہے اور ہم نے مکمل طورپر ظاہر کردیا ہے کہ یہ ہر دو حقیقتیں اس اعتراض یا تنازع کی تائید نہیں کرتیں جو اس ملک میں رائج ہے کہ مسیح کا پیغام " عقیدہ وحدانیت اخلاق اور اصولِ اخلاق " سے متعلق تھا۔ بلکہ وہ برعکس اس کے یہ ثابت کرتی ہیں کہ (۱) خدا کے کامل مکاشفہ میں جس کی وضاحت مسیح کی آمد کا مقصد خاص تھی خود مسیح کی شخصیت اوراسکی ذات مرکزی اہمیت رکھتی ہے (۲)اس کی موت اس کی شخصیت کے اعتبار سے بھی مرکزی اہمیت رکھتی ہے۔اس نکتہ سے ہم آگے بڑھتے ہیں۔

اس باب میں ہم ان دونوں پہلوؤں کو ایک دوسرے کے قریب ترلائینگے ۔ اوران کا لازمی اور ضروری تعلق ظاہر کرینگے۔ ہم خدا کی بادشاہی اور بادشاہ ممسوح کی موت کا باہمی رشتہ دکھا کر اوران دونو کو باہم ملا کر ایک حقیقت کردکھائینگے ۔

ہمارے معزز ناظرین ذرا یاد فرمائیں اوردیکھیں کہ خدا کی بادشاہی سے متعلق مسیح کی تعلیم کی نسبت کیاکہا گیاہے۔ اس بادشاہی کی ترکیب ایسی ہے کہ اس کی بیخ یااصل توعالم غیب یعنی آسمان پر ہے اوراس کی ظاہری صورت اوراعمال اس دنیا میں ظاہر ہیں۔ لہذا یہ ایک روحانی مرکب ہے۔ جس میں ازسرنوزندگی یافتہ مردوزن شامل ہیں۔جس میں پیدائش [1] کے دروازہ سے نہیں بلکہ نئی پیدائش یعنی روحانی پیدائش کے دروازہ سے اندر داخل ہونا ہے اس بادشاہی کا سروسردار بادشاہ ممسوح ہے۔ جونادیدہ معبودہ [2] کا کامل انکشاف ہے۔لہذا اس کا وکیل بھی۔ اس بادشاہی کی بنیاد وہ ممسوح وقت کے پورا ہونے پر دنیا میں قائم کرنے آیا تھا۔ سیدنا مسیح دنیا میں آئے اور بادشاہی کی بنارکھی گئی۔ اس بنیاد کے قائم کرنے کی رسم قدرت وقوت کے عجیب وغریب اور قوی نشانات ، حیرت انگیز ، الہیٰ اورجدید تعلیمات کے ساتھ ادا کی گئی ۔ بلکہ سب سے بزرگترین معجزے یعنی ایک کامل اورپاک انسانی زندگی (جوخودسیدنا

---

[1] اس وجہ سے وہ نسل۔ قوم اورملک کی قیود سے آزاد ہیں" زیتون کا درخت جو نہ مشرق نہ مغرب سے ہو"۔ قرآن۔

[2] اہل یہود ابن اللہ کے یہی معنی سمجھتے ہیں اور بس۔ لہذا یہ ان کے نزدیک کفرآمیز کلمہ نہ تھا بلکہ محض ایک بڑا لقب۔

عیسیٰ مسیح کی تھی) کے دنیا میں محبت کے غیر فانی دریا" پُرُرحم اعمال اور پرُشفقت خدمت کے جاری کردینے کے وسیلہ سے ۔ سیدنا عیسیٰ مسیح اپنی زندگی اپنی اس تعلیم کے مطابق جو اس نے پہاڑی وعظ کے دوران میں اپنے شاگردوں کو دی بسر کرتا رہا۔ کیونکہ اس کا کام نہ صرف تعلیم دینا بلکہ لوگوں کے دلوں میں اس کا القا کرنا بھی تھا تاکہ وہ بھی اسی طرح زندگی گذاریں اور اس کے مطابق عمل کریں اور اس طور پر اس بادشاہی کی جنگ وفتوحات اس کی ہدایت ورہنمائی کے ذریعہ سے انجام کو پہنچیں۔

مسیح کے شاگردوں پر ان دو حقیقتوں کا انکشاف کہ ان کا دوست اور استاد اور ناصرت کا غریب نبی ہی پُرجلال بادشاہ ممسوح تھا اور کہ اس کا رد کیا جانا اور مجرم کی ہولناک موت مرنا پیشتر سے مقرر ہوچکا تھا دفعتہً ہوا۔

" تم کیا کہتے ہو کہ میں کون ہوں؟ " تو مسیح ہے؟" مبارک ہے تو شمعون بریونا کیونکہ یہ انسان کی طرف سے تجھ پر ظاہر نہیں ہوا"۔ پھر مسیح نے اپنے شاگردوں کو حکم دیا اورکہا کہ وہ کسی کو نہ بتائیں کہ وہ مسیح ہے۔ " اس وقت سے لے کر۔ سیدنا عیسیٰ اپنے شاگردوں پرظاہر کرنے لگا کہ مجھے ضرور ہے کہ یروشلیم کو جاؤں اور بزرگوں اور سردار کاہنوں اور فقیہوں کی طرف سے بہت دکھ اٹھاؤں اور قتل کیا جاؤں اور تیسرے دن جی اٹھوں "۔

اس بات کا پہلا اثر جو اُن پر ہوا اور جو بعد میں شاؤل پر پایا ہم میں سے ہر ایک پر جوان دو حقیقتوں کے باہمی اختلاف اورناموافقت پر غور کرتے ہیں۔ ہوتا ہے وہ یہ کہ انہوں نے ان دونوں حقیقتوں کو ایک دوسرے کے بالکل برعکس اور برخلاف پایا۔ان کی سرار ناموافقت کو دیکھ کر اس کا یقین کرنا ان کو ناممکن معلوم ہوا۔ بادشاہ ممسوح صلیب دیا جائے؟ یہ کیونکر ہوسکتا ہے؟ روشنی وتجلی اور ظلمت وتاریکی اور ذلت اور رسوائی میں باہم کیا مطابقت ونسبت ! لازمی فتح اور لابدی شکست میں کیا تطابق ! یہ پہلا اثر شاگردوں کی زندگیوں میں سے مسیح کے حین حیات میں دور نہ ہوا کیونکہ وہ نہایت ہی عمیق اور زبردست تھا۔ لیکن بعدازاں ایک اور اثر ان پر غالب آیا اوراسی اثر نے پولوس کو جو غیر قوموں کا رسول تھا مغلوب کرلیا یعنی اس ظاہری بعید ازقیاس حقیقت کی بزرگی وعظمت ہی اس کی قدرت وقوت کی شان تھی ۔ زمانہ اور ابدیت کے تمام معموں اوراسرار کا حل مسیح مصلوب کے راز میں پنہاں ہے۔لہذا یہ حقیقت شاگردوں کے لئے روئے زمین پر خدا کی بادشاہی کا مرکزی محرک بن گئی اورفی الواقع وہ ہے بھی یہی۔ جس طرح دوز بردست اجرام کے باہمی اختلاف اور تصادم سے اس قدرروشنی اور گرمی پیدا ہوتی ہے کہ تمام جہان کے لئے کافی ہوتی ہے۔ بعینہ یہ نتیجہ کلکتہ میں ان دو تصورات یعنی بادشاہ ممسوح اوراس کی تصلیب کے باہمی تصادم سے رونما ہوا حالانکہ عالم موجودات پر ظلمت طاری ہو گئی۔ فرشتوں نے اپنے چہرے چھپالئے۔ آسمانی قوتیں گویادم بخود ہو گئیں۔ لیکن اس تصادم کے ذریعہ سے ایسی طاقت وقوت برپا ہوئی جو تمام دنیا کو نجات بخشنے اور تمام بنی آدم کو خدا تک پہنچانے کے لئے کافی ووافی ہے۔ ان دونوں متضاد باتوں کے

باہم ملنے سے یا تو یہ ہوتا جو اوپر بیان ہواہے یا یہ ایک دوسرے کو بالکل منہدم گردیتیں یعنی یا تو تصلیب کے ذریعہ سے مسیح کی مسیحائی معدوم ہوجاتی (بقول اہلِ یہود) اور یا(اہل اسلام کے خیال کے مطابق) مسیح کی مسیحائی کے باعث تصلیب کی تردید ہوتی۔ تاریخ ان ہر دو تصورات کو باطل ثابت کرتی ہے۔ میں نے سیدنا عیسیٰ اوراس کی پیروؤں کی تعلیم کی صحت وصداقت کوظاہر کردیا یعنی یہ کہ وہ بادشاہ ممسوح تھا لہذا (اس کی ہستی کی وجہ سے نہیں)اس کا خلاف قدرت ردہونا اوراس کی خلاف قدرت موت ایسے واقعات ٹھہرتے ہیں جو نہایت پرُمعنی ہیں بلکہ ایک ایسی تحریک وہ غیر محدود طاقت وقدرت جوزمانوں کے آخرتک دنیا کو تحریک دینے اور اعلیٰ منازل تک پہنچانے کے لئے کافی ہے۔ اس فضل ترین ہستی کی زندگی کا بزرگترین واقعہ اعلیٰ ترین قدرت اور بہترین مطلب ومعنی کے علاوہ اور کیارکھ سکتا تھا۔اوریہی دونوں باتیں اس سے منتج ہوئیں اوراب تک اسی طرح برقراررہیں۔

سیدنا عیسیٰ مسیح نے اپنی گرفتاری اوراپنے انکار کئے جانے سے پیشتر بادیانِ قوم کوایک تمثیل کے ذریعہ سے اس امر کی صاف اور صریح تعلیم دی۔ یہ تمثیل سیدنا مسیح کی تمام دیگر تمثیلات کی نسبت عمیق ترین اور زیادہ پرُمعنی ہے (مرقس ۱۲: ۱تا ۱۲)۔ اس تمثیل میں دنیا کو ایسی زمین سے تشبیہ دیا جاتاہے جو رفتہ رفتہ کاشت کے لئے تیار کی جاتی ہے۔ اور کاشتکاری کا مرکزایک انگورستان ہے یعنی خدا کی بادشاہی ۔ انگورستان کے مالک سے خدا مراد ہے۔ وہ اپنے نوکروں (یعنی انبیا) کو یکے بعد دیگرے اپنے باغبانوں (یعنی قوم یہود) کے پاس بھیجتا ہے جواب تک اس انگورستان میں کام کرتے رہے ہیں تاکہ وہ ان سے اس زمین کا جوبطور امانت ان کو دی گئی ٹھیکرایہ وصول کرے۔ وہ دینے سے انکار کرتے اور اس کے نوکروں میں سے بعض کو رد کرتے۔ بعض کوسنگسار کرتے اور بعض کو قتل کرڈالتے ہیں ۔ بعدازاں وہ آتاہے۔ جوسب سے بزرگتر ہے یعنی اس کا پیارا بیٹا " ۔ اس نے آخر کار اسے ان کے پاس بھیجا۔اس کی تشریح فقط یہ ہے کہ خدا نے بادشاہ ممسوح یعنی اپنے وکیل کوجواس کی بادشاہی کا سروسردار تھا دنیامیں بھیجا ان لوگوں نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ خدا نے خیال کیاکہ وہ " میرے بیٹے کا تو لحاظ کرینگے " لیکن نہیں۔ باغبانوں نے اس کو بھی قتل کردیا اور انگورستان سے باہر نکال دیا۔ آہ! یہ کیسی غضبناک اور مکروہ حرکت ان سے سرزدہوئی ۔ کیااب یہ ایساموقع نہ تھا کہ زمین پرخدا کی بادشاہی کا خاتمہ ہوجائے یا ایساموقع کہ اس وقت الہیٰ زور اور قدرت کازبردست ثبوت دیا جائے ؟ اس بیان کے اختتام سے عیاں ہوتاہے کہ یہ کیساموقع تھا۔ سیدنا عیسیٰ استعارہ اور تشبیہ سے کنارہ کرتا۔ اور زبور کی آیات دہراتا ہوا کہتا ہے "۔ وہ پتھر جس کومعماروں نے رد کیا کونے کے سرے کا پتھر بن گیا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہوا اورہماری آنکھوں کو عجیب معلوم ہوتا ہے " ناظرین ان الفاظ کے زور کو ضرور محسوس کرینگے۔انگورستان کی ہولناک نقل کاآخری منظر ایک ایسی تصویر پیش نہیں کرتا۔ جس میں ایک ذلیل زخمی اورخوار شخص کی لاش انگورستان کے

باہر خاک میں پڑی دکھائی گئی ہو۔ بلکہ وہ زندگی اورقوت کی تازگی و شگفتگی پیش کرتاہے یعنی بادشاہ ممسوح کی صداقت کا ثبوت ۔ پس ہم دیکھتے ہیں کہ اس تاریک ترین معمے یعنی بادشاہ ممسوح کی تصلیب (۱ کرنتھیوں باب ۲ کا ملاحظہ کریں) کی سختی اور سنگینی میں نور کی شدت مخفی ہے۔ اس پایہ کی شکست کا نتیجہ لازماً اورآخری فتح اور وہ بے پایاں الہیٰ قدرت ہے جوتا ابد دستیاب ہوسکتی ہے۔

ہمارے خیال میں ہم اب اپنے ناظرین کے خیالات کو ایک ایسے استاد کے تصور سے جس کا پیغام محض عقیدہ وحدانیت ۔اخلاق اوراصول اخلاق ہواور جس کی ذات اور مقدراس کے پیغام کے لئے کچھ اہمیت نہ رکھتا ہو بلند تر پہنچا چکے ہیں۔

باب سوم

قبل ازینکہ ہم اپنے مضمون کو اور زیادہ طویل دیں " ہم ایک ناظر" کے جملات کودہرانا چاہتے ہیں۔

" یہ مسئلہ (یعنی سیدنا عیسیٰ مسیح کی تصلیب اور موت) مسیحی مذہب میں کچھ اہمیت نہیں رکھتا جو واقعی اسلام اور یہودیت کی مانند ایک ایسا مذہب ہے جو عقیدہ وحدانیت۔ اخلاق اور اصول اخلاق کی تعلیم وتلقین کرتاہے"۔

ہم نے پہلے ہی باب میں یہ واضح کردیا تھا کہ خدا کی بادشاہی سے متعلق سیدنا مسیح کی تعلیم کس طور سے آپ کو ان الفاظ کے مفہوم سے بہت زیادہ آگے لے جاتی ہے۔

باب دوم میں ہم نے دکھادیاہے کہ کس طرح سیدنا مسیح کا بادشاہ ممسوح ہونے کا دعویٰ آپ کو اس سے آگے لے جاتاہے اور کہ کس طور پر بادشاہ ممسوح کی تصلیب" کازبردست دعویٰ آپ کو اس سے بھی کہیں زیادہ دور پہنچادیتاہے۔

ہم نے یہ بیان کیا تھا کہ مسیح اس ہولناک اور عظیم واقعہ کی جانب برابر اشارہ کرتے رہے۔ اورہم نے یہ بھی روشن کردیا تھا کہ کیوں اس کا پورا اور کامل انکشاف معرض التوا میں ڈالا گیا تھا اور رفتہ رفتہ ظاہر کیا گیا تھا اور آخر کار ہم نے اس امر کا بھی اظہار کیا تھا کہ کس طرح یہ عظیم واقعہ گویا ایک تحریک دہ طاقت تھا جس کے ذریعہ سے ایک روحانی قوت پیدا ہوئی ۔ جس نے عقیدہ وحدانیت کو نئے معنی بخش دئے اور اخلاق اوراصول اخلاق کو جوپہلے ایک تعلیم۔ نظریہ اور فلسفہ تھا زندگی میں تبدیل کردیا۔ اب ہم اس نکتہ سے آگے بڑھتے ہیں۔

" اے ناظر"۔ ہم آپ کے کس قدر قرضدار ہیں! اے نامعلوم ناظر ہمارے محبت کے جذبات آپ کےلئے جوش مارتے اورہمارے دل سے آپ کےلئے دعائے خیر نکلتی ہے ! ہم آپ کی نسبت آپ کے زیادہ قرضدار ہیں کیونکہ آپ نے اپنے ایک جملہ کے ذریعہ سے ہم کو اس قابل بنادیا کہ ہم اپنی روح کو آزاد کرسکتے " ہیں۔ مناظرہ کے سنگِ سخت پر آپ کے عصا کی شک آمیز

ضرب نے ان پانی کے چشموں کو جاری کردیا۔ اے ناظر کاشکہ یہ آپ کے اور آپ کے ساتھ دیگر ناظرین کی روحوں کے باغات کو بھی سیراب کردے۔ اے نامعلوم ناظر آپ کون ہیں؟ کیا آپ اپنے قرضداروں کو اپنا نام اور اپنا مسکن نہ بتائینگے؟

غیر حاضر بادشاہ ۔شریر رعایا اور رد کردہ نوکروں اور مقتول بیٹے کی تمثیل ہی مسیح کی زندگی کے ڈرامہ[1] میں سب سے اہم ترین واقعہ کی جانب مسیح کا واحد اشارہ نہ تھی۔حالانکہ وہ دیگر اشارات کی نسبت زیادہ صریح اور روشن ہے بارہ شاگردوں کو اس پہلی مرتبہ آگہ کردینے اور کلوری پر مسیح کی زندگی کے اختتام کے درمیان جو عرصہ گذرا اس میں سیدنا مسیح نے کئی دفعہ اس کی اور اس کے معانی کی جانب اشارے کئے۔ ہم اس باب میں انہیں اپنی توجہ کو مرکوز کرینگے۔ یہ خوب عیاں ہوچکا ہے کہ ہمارا واسطہ فقط حق اور حقیقت سے ہے یعنی پُرمعنی حقیقت سے ۔ اصل مسیحیت کے تار اور پود سے نہ اس گلکاری سے جو اس پر کی گئی ہو۔ بعض اشخاص کی رائے کے خلاف جو یہ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ کبھی وقوع ہی نہیں آیا یا اس " ناظر" کے خیال کے برعکس جو یہ کہتا ہے کہ اگر وہ واقعہ ظہور میں پذیر ہوا بھی تو مسیحی مذہب کے لئے یہ کچھ اہمیت نہیں رکھتا"۔

[1]ڈرامہ کے معنی یونانی زبان میں محض فعل یا عمل کے ہیں۔

گلیل میں دومرتبہ اوراس آخری سفر اور دورہ سے پیشتر جو یروشلیم میں تمام ہوا۔ ہمارے مولانے اپنے شاگردوں کو آنے[2] والے واقعہ سے مطلع کیا تھا۔ ان میں سے ایک میں نے ان کو یوحنا اصطباغی کی دردناک موت یاددلائی تھی اور فرمایا تھا کہ جن ہاتھوں نے یوحنا کو ایذا پہنچائی تھی وہی ہاتھ[3] نسل انسانی کے سروسردار کو بھی ستانے اورذلیل کرنے کو تھے۔ اس آخری سفر میں مسیح نے کئی بار اپنی موت کا بیان کیا۔ ان آگاہیوں میں سے ایک کے الفاظ کی بے نظیر استہزا پر ذرا غور کیجئے " مگر مجھے آج اور کل اور پرسوں اپنی چال چلنی ضرور ہے"۔ یعنی مراد یہ ہے کہ جب تک میں یروشلیم کی حدود سے باہر ہوں تب تک میں محفوظ ہوں۔ کیونکہ ممکن نہیں کہ نبی یروشلیم کے باہر ہلاک ہو"۔ہم بے نظیر اس لئے کہتے ہیں کیونکہ اگر کوئی فسانہ نویس بعد میں انجیل کو لکھتا تو وہ اس طرح سے ہ لکھتا۔ نہیں! انشا پردازی اور مضمون نویسی کا معمولی سا علم بھی آپ کو یہ یقین دلادیگا کہ یہ کلمہ ضرور کہا گیا ہوگا اور کہ ضرور خود سیدنا مسیح کی زبان مبارک سے نکلا ہوگا۔ مستورات میں سے اس کی ایک پیرونے پیش بنی کی راہ سے اوربیان سے باہر محبت کے جوش میں مسیح کے سر اور پاؤں پر بیش قیمت عطر ملا تھا ----- اور بعضوں کے اعتراض کرنے پر مولا نے یوں فرمایا کہ " اسے چھوڑدو---- اس نے دفن کے لئے میرے بدن پر پہلے سے عطر ملا"۔

[2]متی ۱۷: ۹، ۱۳، ۲۲، ۲۳۔

[3]یہودی عبارت ابن آدم

پھر ایک مرتبہ مسیح کا کلام ہی اپنی شہادت آپ دیتاہے کہ وہ خود مسیح کے ذہن مبارک سے اس وقت اور اس مقام پر نکلا تھا۔ موقع سے عین پیشتر نبی کی سنجیدہ پیشینگوئی کو یقین اور خوف کے ساتھ قبول کرنا چاہیے مریم کے فعل کے مدعا اور مولا کے کلام کے موافق اس کے بدن پر اس کے دفن کے لئے عطر ملا گیا تھا۔

علاوہ ازیں سیدنا مسیح یروشلیم کے ہولناک حادثہ کو محض ایک حادثہ یا ہولناک حادثہ ہی نہ خیال کرتا تھا بلکہ وہ اس کو ہمیشہ ایک پُرمعنی واقعہ اور حادثہ موت سمجھتا تھا جس کے دردوں کی وجہ سے نئی زندگی پیدا ہونے والی تھی۔ آئیے ہم ان ذرا ان پر صداقت الفاظ پر غور کریں جن کے ذریعہ سے اس نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

" زندگی کی روٹی میں ہوں۔ جو روٹی میں جہاں کی زندگی کے لئے دونگا وہ میرا گوشت ہے [1]۔ ایسے صاف اور صریح پُرتاثیر اور پُرفہم کلام پر رائے زنی کرنا یا اس کی تشریح کرنا بالکل بے معنی اور فضول ہوگا۔ ایک زندگی نثار کی جاتی ہے۔ زندہ بدن اور گوشت بطور قربانی نذر کیا جاتاہے یعنی تمام جہان کے لئے زندگی قربان کردینے کا اعلیٰ اور بزرگ فعل عمل میں آنے کو ہے۔ یا ایسے کلام پر جس کی گہرائیاں نا معلوم ہیں۔ جس میں مختلف معانی موجود ہیں اور مختلف

[1] درحقیقت یہ الفاظ مسیح کے اپنی موت سے پہلے اعلان سے پیشتر کہے گئے تھے۔ لیکن یہ درحقیقت اس موقع سے متعلق ہیں۔

طریق پر استعمال کیا جاتاہے۔ جو ہمارے مولا کے وردزبان اور ان کا پسندیدہ کلام تھا اور جو ہماری کتب میں چار مختلف مقامات میں چھ مرتبہ مرقوم ہے" وہ جو اپنی جان کھوتاہے اسے پالیگا"۔ اول یہ خود سیدنا مسیح پر عاید ہوتاہے یعنی عین اس موقع کے بعد جب آپ نے پہلی مرتبہ اپنے شاگردوں کو اپنی آنے والی شہادت سے مطلع کیا۔

" جب تک گیہوں کا دانہ زمین میں گر کے مر نہیں جاتا اکیلا رہتا ہے لیکن جب مرجاتاہے تو بہت سا پھل لاتاہے۔ جو اپنی جان کو عزیز رکھتا ہے وہ اسے کھودیتاہے اور جو دنیا میں اپنی جان سے عداوت رکھتاہے وہ اسے ہمیشہ کی زندگی کے لئے محفوظ رکھیگا"۔

پھر دیکھئے ایک ایسی موت جس کے ذریعہ سے زندگی بہ کثرت وجود میں آتی ہے۔

اور پھر " اچھا چرواہا میں ہوں۔ اچھا چرواہا بھیڑوں کے لئے اپنی جان دیتاہے ۔۔۔ اور میں بھیڑوں کے لئے اپنی جان دیتاہوں "۔

اس کی تشریح کی کیا ضرورت ؟ سوا اس کے اور کچھ نہیں کہ آپ کو پھر یاد دلایا جائے کہ فسانہ نویس اس طرح نہیں لکھتے بالخصوص جبکہ واقع خلاف توقع ہوا ہو۔

پھر ملاحظہ فرمائیے ۔" ابن آدم اس لئے نہیں آیا کہ خدمت لے بلکہ خدمت کرے اور اپنی جان بہتیروں کے بدلے فدیہ میں دے"۔

ان تمام مذکورہ بالا مقامات میں ایک ہی خیال رائج ہے حالانکہ برق سے روشن تر استعارے جو مستعمل ہیں مختلف ہیں۔ یعنی چرواہا جو اپنی جان کو قربان کردیتاہے گیہوں کا دانہ جو زمین کے نیچے دفن کیا جاتاہے روٹی جو کھائی گئی۔ جان جو بہتیروں کے بدلے میں فدیہ میں دی گئی۔ خیال برابر یکساں ہے۔ موت جس کے ذریعہ سے بہتوں کو زندگی ملی۔

آخر کار وہ تمام لفظی تصویروں کا سلسلہ آخری شب کو ختم ہوجاتا اور اس کا اختتام بڑا شاندار ہوتاہے کیونکہ اس وقت مسیح نے اپنے معانی کے اظہار کے لئے نہ فقط الفاظ استعمال کئے بلکہ ان کو عملی پیرایہ میں صاف اور واضح طورپر ظاہر کردیا کیونکہ اس آخری شام کو عشا کے وقت جبکہ تمام حاضرین کی نگاہیں اس پر لگی تھیں ہمارے مولانےوہ الہیٰ حقیقت ان کے ذہنوں میں آنکھوں کی راہ سے داخل کردی نہ پہلے کی مانند کانوں کی راہ سے یعنی اس نے روٹی لی اورشکر کرکے توڑی اوریہ کہکر ان کو دی کہ یہ میرا بدن ہے جو تمہارے واسطے دیا جاتاہے۔۔۔۔ پھر پیالہ لے کر شکر کیا اورانہیں دے کرکہا تم سب اس میں سے پی لو۔ کیونکہ یہ عہد کا میرا وہ خون ہے جو بہتیروں کے لئے گناہوں کی معافی کے واسطے بہایا جاتاہے۔"

اس موقع پر ہم نبی اور بادشاہ کے دل کا مشاہدہ کرتے اور بنی آدم کے لئے اس کی خدمت کے راز اور عجائب کا معائنہ کرتےہیں۔ اب ہم نے اس کے کلام کو سن لیا۔ ان تصویروں کو جو اس نے پیش کیں اوراس پُر معنی فعل کو بھی جو اس نے کیا دیکھ لیاہے اور ہم ان تمام کے عجیب وغریب معانی کو بھی سمجھ گئے ہیں۔ آئیے اب اپنے دل ودماغ کو ان معافی سے معمور کئے ہوئے ہم نہایت سنجیدگی وابستگی سے اس جملہ کو ایک مرتبہ پھر دہرائیں تاکہ اس کا پورا کھوکھلا پن اور بے معنی ہونا خوب واضح ہوجائے۔

یہ مسئلہ مسیحی مذہب میں کچھ اہمیت نہیں رکھتا جو بذات خوداسلام اوریہودیت کی مانند فقط ایک ایسا مذہب ہے جو عقیدہ وحدانیت، اخلاق اوراصول اخلاق کی تعلیم وتلقین کرتاہے"۔

یقیناً ناظر بھی ضرور وہی دیکھتاہے جو خود مسیح نے دیکھا اور جس کی اس نے کوشش کی کہ ناظر دیکھے!

باب چہارم

اب عمل خود وقوع میں آتاہے۔ یعنی ایک بالکل خاموش عمل جو تمام زمانوں کی تمام تواریخ کا مرکزی واقعہ تھا۔ ہم اس واقعہ کے عجیب وغریب انجیلی بیان کے متعلق کچھ نہ کہینگے ۔ نہ ہم ان بے شمار ثبوتوں کو پیش کرینگے جو ہمارے پاس موجود ہیں جن سے ثابت ہوتاہے کہ وہ ایک معتبر اوراصلی حقیقت ہے کیونکہ ہمارا موضوع ہنوز یہ خیال ہے کہ " یہ مسئلہ مسیحی مذہب میں کچھ اہمیت نہیں رکھتا"۔ اوراس سے متعلق مسیح کی اذیت اورموت کے بیان پر ہماری تشریح تنقید محض یہ ہوگی کہ ہم یہ ظاہر کریں کہ باقی مسیحی بیان کے مقابلہ

میں اس کی کیامناسبت ہے۔ متی کی انجیل کا ۱/۲ حصہ - مرقس کا ۱/۵ - لوقا ۱/۷ اور یوحنا کا ۱/۳ - اس مناسبت سے یہ واقعہ جس کا عرصہ وقوع شمار میں اتنے تھا جتنے سال باقی تمام مسیحی واقعات کو لگے ! اوراس کا مقابلہ تاریخی مشاہیر یاموت کے بیانات کی طوالت سے کیجئے۔ بعض مقامات میں فقط ایک باب لیکن عموماً ایک پیرا یا چند سطور کے لئے کافی ہیں۔ اس مناسبت سے یہ بیان کس قدر طول طویل ہے۔ کیا فقط یہی حقیقت اس غلط رائے یا خیال کی تردید کے لئے کافی نہیں؟ کیا یہ کافی ثبوت نہیں کہ یہ امر پہلے ہی سے صاف معلوم اور محسوس نہیں کیا گیا تھا کہ حضور مسیح کی موت دیگر مشاہیر تاریخ کی موت کے برعکس اہم ترین پُرمعنی ، مرکزی اورلازمی تھی؟ ہم نے دیکھ لیا ہے کہ اس کے وقوع میں آنے سے پیشترہی سیدنا مسیح نے خود اس کا اظہار اس طرح نہ کیا تھا۔ بفرض محال اگر حضور مسیح غلطی پر ہوتے یعنی اگر واقعہ وقوع میں نہ آتا یا بے معنی۔ بے نتیجہ اور بالکل ہیچ ہوتا تو ہم تمام ناصرین سے بخدا عزوجل یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا یہ ممکن تھا کہ انجیل نویس اس واقعہ کا بیان درج کرتے یا اگر کرتے بھی تو کیا وہ اس کو اس قدر طوالت اوراہمیت دے کر اس طرح لکھتے جیسے اس وقت مرقوم ہے ؟ نہیں - یہ فقط اس لئے - یوں مندرج ہوا کہ وہ نتائج جو اس واقعہ کے ظہور پذیر ہونے سے فوراً منتج ہوئے مولا کے کلمات کی صداقت کو ظاہر کرتے اور اس کے عمیق معنی اور غیر محدود اہمیت کو قائم کرتے ہیں۔ اس وجہ سے اس کا بیان کیفیات کی کثرت اور جذبات کےجوش وخروش اور گاہے گاہے ان کو ضبط کرتے ہوئے لکھا گیا اگر کلوری کا ہولناک واقعہ فقط تشبیہ یا نقل کے آخری کھیل کا آخری منظر ہوتا۔ جس کے پس پردہ محض تاریکی اور ظلمت کے سوا اور کچھ نہ ہوتا تو ان کے جذبات سے فقط ان کے آتش غم اور اندوہ کی شدت اور حدت اور ان کی ناامیدی کی انتہا ہی ظاہر ہوتی۔ لیکن۔۔۔۔!

اب ہم اپنے موضوع کے ایک اور حصہ پر پہنچتے ہیں یعنی اس واقعہ کے معانی سے متعلق زندہ اور پُرجلال سیدنا مسیح کی تعلیم۔

وہ اپنے وعدہ کے بموجب تیسرے روز مردوں میں سے زندہ ہوگیا! موت اپنی انتہائی طاقت اور قدرت صرف کرنے کے بعد بادشاہ ممسوح کو اپنے قابو میں نہ رکھ سکی۔ موت کی جسمانی فتح اس بہادر غازی مرد کی شکست سے جس نے حد سے زیادہ تکلیف برداشت کی مغلوب ہوگئی کیونکہ وہ شکست درحقیقت اخلاقی اور روحانی فتح تھی اور وہ روحانی فتح اس کے زندہ ہونے کے سبب سے جو فتحیاب ہوا اوراس کے بدن کے جلالی ہونے کی وجہ سے جو صلیب پر پارہ پارہ کیا گیا تھا فوراً ظاہر اور روشن ہوگئی۔ وہ کامل انسانی جسم۔ شخصیت ، روح اور نفس لے کر تیسرے روز مردوں میں سے زندہ ہوگیا"۔ ابن آدم اوراس دنیا میں عالم بشریت کا نمائندہ نادیدہ ، غیر فانی اورروحانی دنیا کی جلالی حالت میں داخل ہونے کے لئے اسی دنیا میں تیار کیا گیا اور عرصہ قلیل کے بعد وہ واقعی اس میں داخل ہوگیا۔

لیکن اس عرصہ میں ہی اس نے دکھ سہنے کی بعد بہت سے ثبوتوں سے اپنے آپ کو ان پر زندہ ظاہر بھی کیا۔ چنانچہ وہ چالیس دن تک انہیں نظر آتا اور خدا کی بادشاہت کی باتیں کرتا رہا"۔ اوران باتوں میں سب سے اول اوراہم ترین بات وہی تھی جو ہمارا موضوع ہے اور جس کے متعلق ہم کو یقین دلایا جاتاہے کہ وہ مسیحی مذہب میں کچھ اہمیت نہیں رکھتی "یعنی مسیح کی اذیت اور موت ۔ ان چند مختصر ساعتوں کے معانی پر اس فتح مند مصیبت زدہ نے کیا فتویٰ لگایا ؟ کیا مسیح کو اس کا بہترین علم تھا یا اس کو جو اس واقعہ کے ۶۰۰ سال بعد آیا یا اس بیسویں صدی کے " ناظرین" کو؟ کیا اس خاص عامل یافاعل نے اس واقعہ کو غیر مناسب اور بے موقع کہا یعنی محض ایک رنج والم جس کو جس قدر جلد فراموش کردیا جائے۔ اسی قدر بہتر ہو کیونکہ وہ ختم ہوچکا اور گیا گذرہوا ؟ سنئے اور خود انصاف کیجئے۔

ہفتہ کے پہلے دن کے پچھلے پہر زندہ مولا نے اپنے ان شاگردوں کو جو اسے راہ میں ملے (یہ جانتے ہوئے کہ کس سے گفتگو کررہے ہیں) اور جو گذشتہ تین دنوں کی واردات کی وجہ سے خاموش ، خوفزدہ اور نہایت مایوسی کی حالت میں جارہے تھے یوں فرمایا " اے نادانو اور نبیوں کی ساری باتوں کو ماننے میں سست اعتقادو! کیا مسیح کو یہ دکھ اٹھا کر اپنے جلال میں داخل ہونا ضرور نہ تھا؟ پھر موسیٰ سے اور سب نبیوں سے شروع کرکے سارے نوشتوں میں جتنی باتیں اس کے حق میں لکھی ہوئی ہیں ان کو سمجھا دیں"۔ شام کو جب وہ اپنے شاگردوں کی تمام جماعت کے بیچ میں جا حاضر ہوا تو اس وقت بھی اس کا مضمون یہی تھا۔ اس نے یہ فرمایا کہ " یوں لکھا ہے کہ مسیح دکھ اٹھائیگا اور تیسرے دن مردوں میں سے جی اٹھیگا ---- ساری قوموں میں توبہ اور گناہوں کی معافی کی تبلیغ اس کے نام سے کی جائیگی۔ تم ان باتوں کے گواہ ہو"۔

ان باتوں سے مراد ہے کلوری کی صلیب پر سیدنا عیسیٰ کی موت۔ بدن کا توڑا جانا اور خون کا بہایا جانا جو اس کے آخری شام کے کلام کے مطابق خدا اور انسان کے درمیان نئے عہد کو پاک ٹھہراتا ہے اور اسی کے زور پر توبہ اور گناہوں کی معافی کی عالمگیر منادی ممکن ہوئی اور اس کے انجام دینے کا خاص حکم دیا گیا۔ اس عالمگیر مہم کا آغاز ان اشخاص نے کیا" جو ان باتوں کے چشم دید گواہ تھے۔ اور یہ کام اب تک جاری ہے بلکہ دنیا کے آخر تک اسی طرح برابر جاری رہے گا۔

" عقیدہ وحدانیت، اخلاق اور اصول اخلاق " یہ تمام تو یہودی مذہب کے لائحہ عمل میں صدیوں سے شامل تھے۔ اگر خدا کا مدُعا اور مقصد فقط یہی ہوتا تو مسیحیت کا آغاز ہی نہ ہوتا اور نہ ہی مسیح اس دنیا میں آتا۔ لیکن اب ہم دیکھتے ہیں کہ جس بات کو " ناظر اور وہ تمام جن کا وہ نمائندہ ہے۔ غیر ضروری تصور کرتے ہیں وہی در حقیقت مسیحیت کا ذاتی، اصلی اور حقیقی جوہر بلکہ مسیحیت کی جان ہے یعنی اس کے نام سے ہاں اس مصلوب اور پُرجلال شاہ ممسوح کے نام سے عالمگیر توبہ اور گناہوں کی معافی کی منادی ہوتی ہے۔اس کے ذریعہ سے دنیا میں

خدا کی بادشاہی قدرت اور بڑی شان کے ساتھ آئی اور نسل انسانی کے لئے اس بادشاہی میں ایک نئی الہیٰ زندگی ممکن ہو گئی یعنی ان تمام کے لئے جو خدا کے مسیح کا یقین کریں اور شکرگذاری اور جوش محبت کے ساتھ اپنے دل وجان سے یا بہ الفاظ دیگر ایمان کے ساتھ اس کو قبول کریں۔

خدا کا پیغام یہی تھا۔ خدا نہ کرے کہ کوئی " ناظر" کے پیغام کو اس پیغام پر ترجیح دے۔

باب پنجم

اب ہمارا کام واقعی ختم ہوچکا ہے۔ ہم نے خدا کا پیغام سن لیا ہے۔ ہم نے شاہ ممسوح کو بادشاہی کے فرزندوں کو حکم دیتے سن لیا اور ہم نے ان کو اس کارعظیم کو شروع کرتے بھی دیکھ لیا ہے۔ لیکن ہم مناسب خیال کرتے ہیں کہ اس آخری باب کو اس امر کے لئے وقف کردیں کہ دریافت کریں اور دیکھیں کہ مسیح کے شاگردوں نے اس حکم پر کس قدر غور کیا اور کہ ان کے غوروخوص کے نتائج کیا تھے۔

شاگردوں نے فی الواقع مسیح کی روح کی مدد سے جوان کے اندر تھی اس حکم پر غور کیا اورانجیل جلیل کی دیگر کتب ان کے غوروفکر اور روح کے انکشافات کے بیانات سے پرُہیں۔ یہ کوئی حیرت افزا بات نہیں کہ ان کے غوروفکر اوران کتب کا مرکزی مضمون حضور مسیح کی موت اوران کے جلال میں داخل ہونے اوران کے معنی کی خوبی اور کثرت ہے۔ وہ کونسی بات تھی جو خدا اور ان تمام باتوں کی تہ میں تھی جس نے اس موت کو طلب کیا؟ اور کیوں اس کے انجام پانے سے تمام بنی آدم کے گناہوں کے لئے خدا کی معافی اور مغفرت کا پیغام جاری ہوا؟

ان تمام افکار کے عام طریق اور سلسلہ کو معلوم کرنے کے لئے لازم ہے کہ ہم شاؤل ترسی کی تاریخ پر غور کریں۔

شاؤل ایک یہودی جوان تھا جس کے دل میں اپنے عقیدہ وحدانیت اخلاق اور اصول اخلاق والے مذہب کے لئے ازحد جوش اور بڑی غیرت تھی۔ اور گو اس کی روح کو تسکین واطمینان کلی حاصل نہ تھا تو بھی وہ اپنی اس حالت بیقراری کو اپنے مذہب سے منسوب نہ کرتا تھا۔ اس نوجوان نے کچھ عرصہ گذرے اپنے زمانہ کے دستور کے مطابق اپنی یونیورسٹی کے اعلیٰ امتحان میں کامیابی حاصل کی تھی۔ اس نے یروشلیم سے دور واقعہ زیر بحث کے متعلق سنا۔ اس کے نزدیک ایک کافر باطل دعویدار کا لائق وواجب انجام کلوری ہی تھا۔ شاؤل نے ضرور خدا کا شکر کیا ہوگا کہ اس واقعہ کا خاتمہ ہو گیا اور وہ جاتا رہا اور مرور زمانہ کے ساتھ ہی اس کی یاد بھی مفقود ہوجائیگی۔ لیکن اس کی حیرت اوراس کے غیض وغضب کی کچھ انتہا نہ ہو گی ۔ جبکہ اسے معلوم ہوا ہوگا کہ اس قتل شدہ مجرم کے پیروؤں نے ایک جماعت قائم کرلی ہے اور وہ دوسروں کو یقین دلایا جاچاہتے ہیں کہ ان کا

استاد مردوں میں سے جی اٹھا ہے اورجلال کے ساتھ زندہ ہے اور کہ ان تمام واقعات کے بعد وہ وہاں فقط وہی اسرائیل کا بادشاہ ممسوح ہے! وہ متعصب پرُجوش نوجوان فوراً اس گروہ کا پیشوا بن گیا جو مسیح کے پیروؤں کی مخالفت نہایت سرگرمی کے ساتھ کررہی تھی۔ ان کا مدعا یہ تھا کہ ہنوز جبکہ یہ گروہ محض ایک کمزور سے پودے کی مانند ہے اس کی بیخ کنی کردی جائے اس سے پیشتر کہ وہ نشوونما پائے اور پھیل جائے۔

مذکورہ بالاجماعت کا سرگروہ اوراس کا اشاعت کرنے والا ستفنس نامی ایک شخص تھا۔لہذا وہ گرفتار کرلیا گیا اوراس سے پرسش ہونے لگی۔ اس کے جوابات سے تمام لوگوں کے غصہ اور غضب کی آگ شعلہ زن ہوگئی اورایک جم غفیر نے بمع گواہوں اور شاؤل کے اس کو سنگسار کرکے جان سے ماردیا۔ شاؤل اس آخری منظر کا چشم دید گواہ تھا۔ اس نے ستفنس کو نہایت استقلال کے ساتھ آسمان کی جانب دیکھتے اور یہ کہتے سنا دیکھومیں آسمان کو کھلاہوا اورابن آدم کو خدا کی دہنی طرف کھڑا دیکھتا ہوں۔ سنگسار کئے جانے کے بعد جب ستفنس زخمی ہو کر زمین پر گر پڑا اور قبل ازینکہ اس کا مرغ"روح اس قفس عنصری سے پرواز کرے شاؤل نے اس کو یہ آخری الفاظ کہتے سنا " اے مولا عیسیٰ میری روح قبول کر اوراے مولا یہ گناہ توان کے ذمہ نہ لگا"۔

الفاظ مافوق کس قدر پرُمعافی ۔ بعید از قیاس اور عجیب وغریب ہیں لیکن شاؤل اوراس جماعت کے مابین جو متنازعہ بات تھی اس کے لئے عین مناسب اور بامحل ۔ یہ الفاظ شاؤل کے لوح ذہن پر نقش ہوگئے اور وہ وہاں سے رخصت ہوا۔

وہ نہایت جوش اور تعصب سے معمور فوراً روانہ ہوتا ہے تاکہ اس جماعت کی بیخ کنی کرے اوراس مقصد کے لئے اس کو دمشق جانا پڑتاہے کیونکہ اس جماعت کے شرکاء اس عرصہ قلیل میں وہاں تک پہنچ گئے تھے۔

بیروں از شہر اس کو اس جلالی مسیح کا دیدار حاصل ہوتاہے ۔ وہ اس کے مبارک چہرے کو دیکھتا اوراس کی دلسوزآواز کو سنتاہے جس وقت اس نورانی منظر سے اس کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں تو اس نے چلا کرکہا" ۔ اے مولا توکون ہے؟ جواب ملا" میں عیسیٰ ہوں جس کو توستاتا ہے۔

شاؤل کو فوراً خیال گذرا کہ ستفنس راستی پر تھا۔ سیدنا عیسیٰ مصلوب ہونے کے باوجود بھی مسیح موعود تھا! یہ ایک حقیقت تھی جس کا اس وقت قبول کرنا لازم تھا۔ اس کے معافی کے متعلق بعدمیں دریافت کیا جاسکتا تھا اور شاؤل نے اس کو تسلیم کرلیا اور خود اس جماعت کا شریک بن گیا۔ جو عیسیٰ ناصری کو پرُجلال شاہ ممسوح مانتی تھی۔

لیکن وہ صلیب پر کیوں چڑھایا گیا تھا؟ مصلوب مسیح کی عجیب وغریب اور بیروں ازقیاس ظاہری باطل لیکن دراصل صحیح حقیقت کا حل ابھی نہ ہوا تھا۔ بپتسمہ پانے کے بعد شاؤل کو دنیا سے علیحدہٰ ہونے کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ اس تمام ماجرے پر بخوبی غور کرسکے۔

لہذا وہ صحرا میں تنہا نکل گیا اور وہاں تقریباً تین سال تک دعا کرتا اور غور فکر کرتا رہا۔ آخر کار اس نے اپنی روح کے دروازہ کو کھول دیا تاکہ نور حق کو اندر آنے دے۔

اس نور کا بیان جو اس نے حاصل کیا تھا اس کے تیرہ خطوط میں جو رسولوں کے اعمال " کی کتاب کے بعد انجیل جلیل میں مندرج ہیں موجود ہے اور خود اعمال کی کتاب میں بھی پایا جاتا ہے۔ ان میں سیدنا عیسیٰ مسیح کی موت کے اندرونی معافی کی تشریح کی گئی ہے۔

کیا آپ نے کبھی کسی عضو کے ذرہ کا خوردبین کے نیچے مشاہدہ کیا ہے؟ آپ کو اپنی آنکھ سے محض ایک نقطہ سا نظر آتا ہے۔ لیکن اس کی ترکیب وغیرہ آپ کی آنکھ سے نہاں ہے۔ آپ اس کو خوردبین کے نیچے رکھتے ہیں اور زبردست روشنی اس پر ڈالتے ہیں اور اس کی کامل ساخت کی گویا ایک دنیا سی آپ کی نظروں کے سامنے جاتی ہے۔ پھر آپ ایک اور زبردست تر خوردبین کے نیچے اس کا معائنہ کرتے ہیں۔ جس کے ذریعہ سے آپ اور زیادہ روشنی اس پر ڈالتے ہیں اور قدرت کی عجیب وغریب اور حیرت انگیز کاریگری آپ کی آنکھوں کے سامنے عیاں ہوجاتی ہے۔ اسی طرح اگر آپ اور زیادہ طاقتور خوردبین کا استعمال کریں تو اس حصہ کے اور اور عجائب ظاہر ہوتے جائینگے۔ حتیٰ کہ آپ انسان کی قوتِ توسیع کی انتہا تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور جوں جوں آپ مزید غور کرتے جائیں توں توں اس ذرہ کی ساخت کی جدید اور عجیب باتوں کا معائنہ کرینگے ظاہر ہے کہ باوجودیکہ آپ اپنی قوت بصارت کی انتہا تک پہنچ جاتے ہیں تو بھی اس کی ساخت کی تفصیل کی انتہا تک آپ کی رسائی نہیں ہوتی۔

جو کچھ آپ نے مشاہدہ کیا وہ اس ذرہ میں شروع سے موجود تھا۔ لیکن آپ کی نظروں سے پنہاں تھا۔ بعینہ اس واقعہ کا حال تھا۔ یعنی مسیح کی موت کے معاملہ کا۔ جوں ہی اس کے معانی چند ایک اشخاص پر ظاہر ہوگئے انہوں نے خدا کی روح پاک کی بیشتر روشنی میں اس کا مشاہدہ کیا اور فوراً اس کے اندرونی معانی اور اس کی حقیقت ان کو نظر آنے لگی بلکہ اور بھی زیادہ واضح ہوتی ہو گئی۔

بائبل شریف میں رسولوں کے اعمال کی کتاب سے لے کر مکاشفہ تک میں اس کے بیانات مرقوم ہے۔ لیکن یقین جانئے کہ انسان کی اعلیٰ ترین مساعی اور الہیٰ امداد کے باوجود بھی اس محدود اور ناقص علم کی پشت کے پیچھے ہنوز بہت کچھ پنہاں ہے۔ اس محدود دنیا میں غیر محدود حقیقت کے اسرار مخفی ہیں جن کے معانی فقط غیر فانی دنیا کی روشنی میں ظاہر ہونگے۔

شاؤل (جو بعد میں پولوس کہلایا) اور ان دیگر اشخاص کے مشاہدہ کا جنہوں نے کلوری کے واقعہ کو خدا کی روح پاک کی خوردبین کے نیچے دیکھا خلاصہ ذیل میں ہے۔

مسیح کی موت خود اس کے لئے نہ تھی بلکہ تمام بنی آدم اور کل انسانی اور ہر ایک فرد بشر کے لئے جداگانہ تھی" اور میرے لئے تھی۔

" وہ گناہ کے لئے تھی۔ تمام جہان، تمام بنی آدم، تمام نسل انسانی اور ہر ایک فرد بشر کے گناہوں کے لئے تھی جس میں " بھی شامل ہوں۔

اس گنہگار نسل کی گناہ دنیا میں خدا کی بادشاہی کے قائم ہونے کے راستہ میں سدراہ تھا۔ یعنی گناہ خدا اور انسان کے درمیان حائل تھا۔ پس لازم تھا کہ وہ معاف کیا جائے اور دورودفع کیا جائے تاکہ خدا کی بادشاہی جو راستبازی کی بادشاہی ہے دنیا میں آجائے اور خدا اور انسان ، بادشاہ اوراس کی رعایا اور باپ جو بادشاہ ہے اس کے اوراس کے فرزندوں کے درمیان کوئی شے مانع نہ ہو۔

اس سے مراد توبہ اور مغفرت ومعافی کی عالمگیر منادی ہے۔

لیکن یہ کس طرح ممکن ہوسکتا تھا۔ جبکہ ہنوز گناہ کا فیصلہ ہی نہیں ہوا تھا۔ یعنی جب تک کہ انسانی دل کو اس کی اصلیت کی صحیح شناخت حاصل نہ ہوئی ہو اور تاقتیکہ اس کی سزاوانجام پورے طور پر معلوم نہ ہوا ہو؟

وہ معافی ومغفرت کس قسم کی ہوگی؟ اس بادشاہی کی نوعیت کیا ہوگی؟ اس خدا سے کس قسم کی پاکی اور قدوسیت منسوب کی جائیگی؟

نہیں۔ گناہ کا فیصلہ اورانصاف ضرور ہونا چاہیے اوراسکی اصلیت کے متعلق انسان کو کامل علم ہونا چاہیے اوراس کی سزا وجزا کے متعلق بھی اسے ناواقف نہیں رہنا چاہیے۔

اس کی سزاموت ہے یعنی عذاب اور تاریکی کی موت۔

یہ سزا انسان کی برداشت سے باہر تھی اور نہ ہی یہ سزا انسان کو دی جاسکتی تھی۔

شاہ ممسوح نے جو نسل انسانی کا کامل نمائندہ تھا انسان کے لئے اپنی محبت کے باعث فرمایا کہ اس سزا کو مجھ پر نازل ہونے دو"۔ اور خدا کو دنیا کے ساتھ ایسی محبت تھی کہ اس نے اس کو دنیا میں بھیج دیا تاکہ وہ اسی مقصد کے لئے انسان بنے۔

خدا کی تمام محبت اور اس کی تمام قدسیت اس شاہ ممسوح میں مجسم تھی بالضرور خدا اس میں موجود تھا۔ لہذا مصلوب شاہ ممسوح میں خدا کی کامل قدوسیت اوراس کی کامل محبت ہر دو کا انکشاف ہوا۔ یعنی تمام دنیا نے مکان اور زمان کی تمام تماشہ گاہ پر اس کا مشاہدہ کیا۔

جنہوں نے اس پیغام کو قبول کیا انہوں نے دنیا کے تمام اکناف اوطراف میں اس کی اشاعت کی۔ اس طور سے انسان نے اپنے گناہ کی وسعت اور خدا کی محبت کی عظمت کو دیکھ لیا۔ قوموں نے اس کا مشاہدہ کیا۔ ہر فرد بشر نے جداگانہ اس کو محسوس کیا حتیٰ کہ مجھ پر بھی یہ حقیقت ظاہر ہوگئی جو تیرے لئے اور تمام دنیا کے لئے ہے۔

پس ہر روح کا جو مصلوب شاہ ممسوح کا دیدار حاصل کرکے بیدار ہوچکی ہے فرض اولین یہ ہے کہ اپنے آپ کو اس کے قدموں پر نثار کرے اوراپنے تئیں اس کے سپرد کرکے اپنے تمام دل وجان اور پوری طاقت ورحمت اور کامل

شکر گزاری اور محبت وفریفتگی کے ساتھ اس سے وابستہ وپیوستہ ہوجائے۔ اسی سپردگی اور ایثار نفسی اور مسیح کے ساتھ پیوستگی کا نام ایمان ہے اور بس۔ اورخدا کا وہ فعل سیدنا مسیح کے ذریعہ سے ظہور پذیر ہوتاہے فضل کہلاتاہے۔

ہر ایک روح جو شاہ ممسوح کے ساتھ پیوستہ ہوجاتی ہے لازماً ایک نیا مخلوق بن جاتی ہے کیونکہ وہ دونوں باہم ایک ہوجاتے ہیں ۔ پرُانی زندگی مرجاتی ہے کیونکہ مسیح مصلوب کے ساتھ ایک ہوجانے سے انسان مصلوب ہوجاتا اوراس کے گناہوں کا فیصلہ ہوجاتاہے اور پرُجلال سیدنا عیسیٰ کے ساتھ پیوست ہوجانے سے وہ محبت اور پاکیزگی کی نئی زندگی بسر کرتاہے۔ یعنی خدا کی بادشاہی کی نئی زندگی۔

جب کلوری کا واقعہ وقوع میں آیا تو کلوری کی بھی یہی حالت ہوئی تھی گویا کلوری ایک ایسی شے تھی جو خدا کی روح کی خوردبین کے نیچے مشاہدہ کی گئی تھی اورعبارت مافوق اس شے کی وسعت وبزرگی کا ایک مختصر سا بیان ہے۔ ضرور نہیں کہ جملہ بنی آدم اس تمام بات کا معائنہ کریں لیکن ہاں وہ تمام مسیح مصلوب کو پالینگے اور ممکن ہے کہ بعض اس سے بھی زیادہ دیکھ سکیں۔ لیکن تمام ماجرا اس زندگی میں دیکھ لینا امر ناممکن ہے۔

خیر چاہے اس زندگی میں یاعالم ابدیت میں۔ چاہے پولوس کے لئے ہو یا سیدنا مسیح کے شیدائیوں میں سے سب سے زیادہ گمنام شخص کے لئے ہو یہ حقیقت ہمیشہ موجود ہے کہ مسیح مصلوب ہر وقت اور ہر زمانہ میں ہماری قوت اور ہمارا زور ہے جس میں ان تمام رازوں کے معانی نہاں ہیں۔

لہذا "ناظر" اوراس کے تمام پیروؤں نے حددرجہ کی غلطی کی جب کہ انہوں نے کہا کہ " یہ پیغام مسیحی مذہب میں کچھ اہمیت نہیں رکھتا"۔ اوراس اعتبار سے بھی جس سے کہ ان کی رائے کسی قدر صحیح ہے ان کا خیال حد سے تجاوز کر گیاہے۔ کیونکہ لاریب وشک ، مسیحی مذہب عقیدہ وحدانیت کی تلقین تو کرتاہے لیکن خدا کی روح کی خوردبین کے نیچے کیسی وحدانیت ہمیں وہاں نظر آتی ہے ؟ ایسی وحدانیت جس میں ازلی باپ محبت اور پاکیزگی کی ازلی روح میں اپنے ازلی بیٹے کے ساتھ محبت رکھتاہے۔

ہاں اور مسیحیت اخلاق اور اصول اخلاق کی بھی تلقین کرتی ہے۔ لیکن کیسے اخلاق اوراصول اخلاق ؟ خدا کی بادشاہی کا ازلی وابدی اخلاق ۔ وہ اصول اخلاق جواس محبت اور قدوسیت میں تکمیل کو پہنچتاہے۔ جس کی تحریک وہ طاقت خدا اور انسان کے شاہ ممسوح کی زندگی ہے۔ جو مصلوب ہوا اورتاابد زندہ رہیگا۔